

ARSHI
LIBRARY
Nampally,
Hyd-A.P.

کتاب خانہ
ارش
شہید
حیدر آباد

قصہ

مع قصیدہ
کاشف

از تصنیفات
عالیجناب خانبابہ پیرزادہ مولوی محمد حسین خانبابہ
بہادر ایم اے جج مائیکورٹ جموں کشمیر و ام قبا
برائے افادہ عاشقانِ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

باہتمام حق العباد میرزا عبد الغفار غفر اللہ لہ و لوالدیہ مالک فضل الاحب
فضل المطالع علی بن مطہر مکر مقبول
۱۳۲۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى سَؤْلِكَ الْكَرِيمِ

اس عارف بے معرفت کی نیت سے یہ زندہ و تھئی کہ مداحانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو کر ثوابِ این حاصل کرے لیکن حوصلہ نہ پڑتا تھا کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار گرجتے ہیں۔ اور قبولِ عام کا مرتبہ بہت ہی کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوا ہے۔ **بیت** اس سعادتِ بزرگ بازو نیست + تانہ بخشِ خداے بخشندہ بہ۔ منجملہ متاخرین کے ایک صاحبِ قصیدہ **سُرد** ہیں جو اس مضمون میں گویا قلم توڑ گئے ہیں۔ اور جو قبول انکے قصیدے کو درگاہِ ایزدی اور جنابِ مصطفوی میں حاصل ہوا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ صاحبِ قصیدہ امام ابو عبد اللہ شرف الدین محمد بن سعید البوصیری القاہری سببِ تالیف کی بابت یہ فرماتے ہیں۔ ”مجھ پر فالج گرا۔ نیچے کا دھڑ بالکل نکما ہو گیا۔ میں نے نیت کی کہ نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک قصیدہ نظم کروں۔ چنانچہ جب اس قصیدہ کی نظم سے فارغ ہوا تو خواب میں دیکھا کہ آپ میرے بدن پرست مبارک نہایت شفقت سے پھیر رہے ہیں صبح کو اٹھا تو بالکل صحیح۔ نماز کے لیے گھر سے باہر نکلا تو ایک درویش کو دروازے پر اکھڑا دیکھا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ جو قصیدہ تم نے نعت میں تصنیف کیا ہے ہمیں بھی سناؤ۔ میں نے کہا کہ اُنسا قصیدہ؟ میری تو تمام عمر نعت گوئی میں گزر گئی۔ درویش نے کہا وہ قصیدہ جس کا اول شعر یہ ہے **شعر** امن تدکر جبرانِ بذی سلیم + فرجت دمعاً جری من مقلۃ بدم + میں بہت متعجب ہوا کہ میں نے تو اب تک اس قصیدے کا ذکر بھی کسی سے نہیں کیا تھا۔ اسکو کس طرح خبر ہوئی درویش نے کہا کہ کل رات کو یہ قصیدہ جنابِ مصطفوی میں پڑھا گیا تھا اور آپ سُکر بہت مختلط ہوئے تھے۔ میں نے اُس درویش کو اُس قصیدے کی ایک نقل دیدی۔ اور یہ خبر رفتہ رفتہ تمام شہر قاہرہ میں مشہور ہو گئی۔ ہمارا الدین زیر ملک طاہر نے جب یہ حال سنا تو مجھے بلا بھیجا اور ایک عالیشان محفل میلاد منعقد کر کے مجھ سے قصیدہ کو سُنا۔ اور خود برہنہ سر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اسکے بعد اُسکا دستور تھا کہ جب کبھی اُس کو

کوئی مشکل لاحق ہوتی تھی۔ اس طرح محفل کر کے سر بر نہ کھڑا ہو کر اس قصیدہ کو سنا کرتا تھا۔ خداوند تعالیٰ
اُس مشکل کو حل کر دیتا تھا جب سعد الدین فاروقی کو ملک طاہر نے اپنا وزیر مقرر کیا اور بیماری چشم سے
بہت ناچار ہوا۔ اُس سے خواب میں کسی نے کہا کہ وزیر بہار الدین کے پاس جا اور اُس سے بڑھ لیکر
آنکھوں پر رکھ۔ اِنْ شَاءَ اللہ تیری شکایت رفع ہو جائیگی۔ سعد الدین نے اگر بہار الدین سے یہ تمام قصیدہ
کیا۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس ایسی کوئی شے نہیں جس کا نام برودہ ہو لیکن میرے پاس ایک قصیدہ ہے
جسکو میں مشکل کے موقعوں پر محفل کر کے پڑھوایا کرتا ہوں۔ اُس نے وزیر سعد الدین کو وہ قصیدہ دیدیا
وزیر نے قصیدے کو اپنی آنکھوں پر رکھا۔ اور خدا کے حکم سے اُسکو فوراً صاف نظر آنے لگا۔ اُس روز
سے اس قصیدے کا نام برودہ مشہور ہو گیا۔ برودہ بالضم خط و اچار کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ مضامین
مختلفہ ہونیکے باعث سے قائل نے اسکو برودہ کہا ہو۔ لیکن اغلب ہے کہ بالفتح ہو اور برودے مشتق
ہو۔ برودہ ہوا سے ٹھنڈا کرنے کو کہتے ہیں۔ اور حکایت بالاسے اس وجہ تسمیہ کی تائید ہوتی ہے۔ قبول
جناب مصطفوی کے لیے یہ شہادت کافی ہے۔ قبول ایزدی کا یہ حال ہے کہ سات سو سال سے مصر
و عرب شام و مغرب کے ملکوں میں اس قصیدہ کو دواں کے مسلمان ہر روز محفل کر کے بعد نماز عشاء
سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے اور سنتے ہیں۔ ہندوستان اور فارس میں بھی خوشنویس نہایت
اہتمام کے ساتھ اسکو لکھا کرتے تھے اور اہل اند بطور عمل کے بھی اسکی اجازت دیا کرتے تھے۔
میں نے جب تبرکاً اس قصیدے کو پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عربی علم ادب کا ایک
ادق اور مشکل نمونہ ہے۔ اور بغیر شرح کی مدد کے کوئی اچھا مستعد عربی دانا بھی اسکو نہیں سمجھ سکتا
اس خیال سے کہ میرے ہموطن مسلمان بھائی اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ رہیں میں نے مولانا جاجی
کی تقلید کر کے مصنف کے مضامین اور خیالات کو اُسی قافیہ میں حتی الوسع اُسی ترتیب کے ساتھ زبانِ اردو
میں منتقل کر نیکارا وہ کیا۔ کام تو ایسا آسان نہ تھا مگر میرا شوق پورا اور نیت خالص تھی غیبت ایزدی
سے چند روز میں فارغ ہو گیا۔ اور اب اسکو بطور برگ سبز عاشقانِ سول مقبیل کی خدمت میں پیش کرتا ہوں
امید ہے کہ یہ ہدیہ بھی درگاہ ایزدی اور جناب مصطفوی میں خلعتِ قبول سے مشرف ہوگا چونکہ یہ قصیدہ

عربی قصائد کی طرح تشبیہ سے شروع ہوتا ہے اس لیے مناسب ہے کہ تشبیہ کا کچھ بیان کر دیا جائے
 عربی مصنفوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے قصیدوں کو عشقیہ مضامین سے شروع کرتے ہیں مثلاً یا تو عاشق
 اپنے پھر کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ یا اس کا کوئی دوست ناصح اُس کو سمجھاتا ہے اور اسی کو تشبیہ
 یعنی جوانی کی باتیں کہنا کہتے ہیں۔ اس قصیدہ میں معلوم ہوتا ہے کہ عاشق اور معشوقہ دونوں
 بادینہ نشین یعنی صحرا کے رہنے والے ہیں اُن کے قبیلوں کے خیمے اتفاق سے کوہ ذوسلم میں
 جمع ہو گئے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔ اور ہمیں ببول کے درخت بکثرت ہیں اور اسی
 لیے اُس کو ذوسلم کہتے ہیں۔ اور وہاں اُنکی اول ملاقات ہوئی۔ پھر معشوقہ کا قبیلہ وہاں سے چلا
 معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت عاشق کا دوست اُس کو نصیحت کر رہا ہے تو معشوقہ کے خاندان کے خیمے
 کوہ ضم میں تھے جو مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ عاشق اپنے دوست کو ذوسلم کے کھنڈروں
 میں ملا رجب بادینہ نشین عرب کسی جگہ خیمہ زن ہوتا ہے تو خیموں کے گرد چھوٹے چھوٹے عارضی
 مکانات اور دیواریں بھی بنالیا کرتے ہیں وہ اُنکے چلے جانیکے بعد کھنڈر نظر آتے ہیں اور اُس زمانہ
 میں عاشق کو تلاش معشوقہ میں روتا دیکھ کر اُس کا دوست ناصح تجا بلانہ اُس سے رونے کا سبب دریافت
 کرتا ہے وہ کچھ جواب نہیں دیتا تو وہ دوست خود ہی سبب بتاتا ہے کہ شاید ہمارا گانہ می سلم تجھ کو یاد
 آتے ہیں۔ یا مدینہ کی طرف سے صبا کوئی پیام لائی ہے یا تو نے کوہ ضم پر برق کی روشنی میں معشوقہ
 کے خیمے کو رات کی وقت دیکھ لیا ہے۔ جب یہ پتہ کی باتیں سنتا ہے تو عاشق مجبور ہو کر اعتراف کرتا ہے
 اور اپنے عزیز میں نفس کی شکایت کرتا ہے نفس کی شکایت کرتے کرتے مصنف کو ہادی برحق کی
 تعریف کا موقع مل گیا اور وہ عاشق و ناصح کو چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف گریز کرتا ہے اور جناب مصطفوی
 کے اخلاق و شمائل کی تعریف کر کے اُنکے معجزات و معجزات کا ذکر کرتا ہے۔ اور خصوصاً معجزہ زندگی
 یعنی کلام مجید فرقان حمید کی خوبیوں کا بیان کر کے اور صحابہ کے جہاد اور ایثار اور وفا کا ذکر کر کے
 اپنے عرض حال پر قصیدہ کو ختم کرتا ہے۔ والخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
 العبد المذنب محمد حسین عارف صدیقی بھی بیج بائیس کورٹ جموں کشمیر



قول ناصح

اشکِ خویش آنکھ سے بہتے ہیں تیری مہم
یا صبا لانی ہے طیبہ کی طرف سے کچھ پیام
روکنے سے نہ کیوں رکتے نہیں تیرے شک
کیوں چھپاتا ہوں کبھی چھپنے نہ دینگے رازِ عشق
زخمی گر شمشیر انگشتِ خانی کا نہیں
فائدہ انکار سے کیا! آنکھیں اور چہرہ ترا

آ رہے ہیں یاد کیا۔ ہمسایگانِ ذمی سلم
روشنی برق میں دیکھا ہے یا کوہِ اضم
بے قرار ایسا ہے کیوں تیرا دل پروردِ غم
یہ دو غماز۔ اشکِ خویش اور قلبِ مضطرب
آہیں کیوں بھرتا ہوں اور کیوں استدرشتو تا کم
کھوئے دیتے ہیں علی الاعلان تیرا بھم

جوابِ شوق

ہاں۔ خیالِ زلف نے مج کو جگایا رات بھر
ناصر! بہر حال اگر معذرت میری قبول
ہو گیا ہے رازِ میسر افاشِ عہدِ تازہ پر
ہے نصیحت تیری بیشک خیر خواہانہ تمام
ناصر! کافی تھا میرے واسطے مونسفید
نفسِ امارہ نے میرے جہل سے اپنے مگر

سو نے کب دیتے ہیں نیشِ عشق کے دردِ عالم
بس نہ کر میرا گزلبند اتنا ملامت کا علم
درد کا درماں ہے میرا اب جہاں میں کالعدم
کان عاشق کا مگر سنتا نہیں ہندو حکم
لینے آیا تھا مجھے یہ قاصدِ ملکِ عدم
کی نہ اس بیچارے کی جانب کبھی چشمِ کرم

کی نہ نیک اعمال سے اُسکی ضیافتہ ایک شب
کاشکے موئے سفید اپنے پر میں کس تاخضاب

ہائے اس مہمان کو جانانہ اس نے محترم
اور چھپاتے اس برص کو میرے حنا اور قسم

نفس

ہو خلافِ نفس سرکش کون ہر کار سنا
نفس کی شہوت معاصی سے نہیں موقتی فرو
نفس ہے انسان کا بالکل مثل طفل شیر خوا
نفس ناہنجار کو غالب نہ ہونے دے کبھی
شکل پر لذاتِ دنیا کی نہ کھا ہر گز فریب
نفس کے کمروں میں سے زورِ ریاکار کھنچا
بھوک اور سیری میں رکھ نہ نظر تو عدل
انکھیں تیری زانیہ ہیں اشک نہلا نہیں
کر خلافِ نفس شیطان حکم ان دکا نہ مان
ہوں مقابل یا کہ ثالث داو میں انکے نہ آ
توبہ توبہ۔ بے عمل اقوال سے کیا فائدہ
زاو عقبے کا نہیں تو نے کیا اب تک خیال

جو کرے اس تو سن بذات کی گردن کو خم
کھانی سے بھرتا نہیں ہر گز حرصوں کا شکم
ماں کے پستان کو نہیں جو چھوڑتا غیر از تم
ہو تسلط اسکا معیوب امروہک مثل بنم
مخلط ہے زہر قاتل ان میں اور شکر بہم
نیک بھی اعمال ہوں گے سر کو اسکے کر قلم
بھوک بعض اوقات تخمہ سے نہیں تہتی ہر کم
اور آئندہ پکڑ محکم درِ توبہ مذم
سچ بھی یہ بولیں اگر جان انکو ہر دم متہم
کیونکہ ہے مشہور مکر مدعی کیس حکم
اور کو ہر دم نصیحت پر ہیں غافل آپ ہم
خالص اللہ جھکایا س نہ اپنا ایک دم

گریزِ بیعت

حیف اُسکی راہ سے کرتا رہا ہی تو عدل
روکنے کو بھوک کے کشتا تھا جو اپنی کمر
پیش کرتا تھا طلا و سیم جب کوہ بلند

پاؤں بھی جبکے عبادت سے کرتے تھے دم
پتھروں سے باندھتا تھا اپنا مغل سا شکم
رو کیا کرتا تھا فوراً اسکو وہ عالی ہم

وہ اس کا اور ہو جاتا تھا جیسے سوا
 کس طرح کرتی اسے دنیا پر راغب صیاج
 سید الکونین احمد ماشی و یثربی
 ایسا پیغمبر کہ امر و نہی اسکی شرع کے
 وہ حبیب رحمت عالم کہ جسکی ذات کے
 جسکے پیرو عروۃ الوثقیٰ کو ہیں تھلے ہوئے
 سب نبیوں پر ہی اسکا فوق خلق اور خلق پر
 انہیں اور انہیں ہی نسبت ذرہ و خورشید کی
 وہ تھے نقطے اور اسکو علم کا دفتر سج
 تھی کمال صورت و معنی کا مخزن اسکی ذات
 کوئی عالم میں نہیں اسکا محاسن میں شریک
 چھوڑ کر قول سفیان نصاریٰ کے بوزار
 جو شرف دنیا میں ہی اس سے ہی نسبت
 حیطہ تقسیم میں آئے کہاں اسکا کمال
 سہل اور آساں ہیں سب تعلیم کے اسکے صول
 وہ کمال است جلی ہیں ذات میں اسکی نہا
 کیا ادانی کیا عالی کیا اقارب کیا بعد
 کون ہے ایسا کہ دیکھے پاس سے خورشید کو
 اہل دنیا پر حقیقت کس طرح کھل سکے
 جانتے ہیں وہ جو ظاہر میں اسکو اک بشر
 ماسبق پیغمبروں کے بس قدر میں معجزات

صاحب عصمت پہ حاجت کا کہاں چلیا ہوگا
 خلق دنیا کا تھا باعث جب ہی خود محترم
 خاک بوس اسکے ہیں ر کے کیا عجب کیا عجم
 نسخ کے قابل نہیں ہیں قول لا ہو یا نعم
 ہو شفاعت کی ہیں اسید روز ہول غم
 انہیں سے ہر ایک پکڑے ہو ایماں کا تھم
 وہ کہاں سے لاتے اسکا علم اور اسکا کرم
 سامنے اسکے وہ قطرے امدیہ دریائے کم
 وہ زبر زیر اور یہ ہے ایک قاموس الحکم
 برگزیدہ کر کے حق نے کھائی خود اسکی قسم
 حسن میں جو ہر ہے اسکا فرد کل لا ینقسم
 صادق اسپر آئے گی تعریف ہر بے کیف و کم
 جو بڑائی ہے جہاں میں اسپہ ہے وہ ختم
 ہیں سپر انداز یاں حشان و سلمان عجم
 ایک بھی اُن میں نہیں سرخفی جندِ صم
 فہم سے عاجز ہیں جنکے سب عقیدان اہم
 سب کے یہاں اگر پھسلتے ہیں بصارت قدم
 دُور سے بھی دیکھنے میں چشم ہے پر اشک و غم
 دیکھتے ہیں خواب سب لیٹے ہو بسترِ غم
 اور ہی کچھ دیکھتے ہیں اُس میں انسان اہم
 فی الحقیقت تھا طفیل اُن سب کا بھی اسکا ہی دم

شمس ہے وہ ذاتِ اکرم اور کوکبِ یسّٰل
تھا بیلِ الحُلق وہ اُحسن میں ماہِ تمام
تھا شرف میں بدر اور عیدِ سخا کا تھا ہلال
رُعب تھا چہرے کا اُسکے اس قدر تنہائی میں
اُسکے مدفن کی ہر مٹی مشک و عنبر سے سوا
اُسکے دندانِ درخشاں کی صفا کے سامنے

وحی کے محتاج وہ سب قلب اُسکا جامِ جم
ہے کب انساں کو میسر اُسکا سا خلقِ اعم
بحر تھا جود و کرم میں دہرِ سبِ عالی ہم
جیسے ہو کوئی شہنشاہ گرد ہو اُسکے حشم
ای مبارک نہ جو سونگھے شوق سے خاکِ حرم
دُرّ مکنونِ صدف بھی ہے کہیں جہیں کم

شبِ میلادِ رسولؐ

نور اور برکت سے پر اُسکی شبِ میلاد تھی
پالیا تھا اہلِ فلس نے فراستِ جہی
گر پڑے تھے کنکرے ایوانِ کسے کے کئی
خشک پانی ہو گیا دریا سے سا وہ کا تمام
بچھ گئی نارِ مغانِ تشکدوں میں یک بیک
آگ پانی اور پانی آگ یوں تھے بن گئے
روشنی عالم میں پھیلی جن باوازِ بلند
کاہن اُنکے کہہ چکے تھے گرچہ دُنکے کی چوٹ
پر ہوئی عبرت نہ بیدنیوں کو ان باتوں سے کچھ
گر پڑا تھا سرنگوں جیسا کہ اہلِ عیسٰی
بھاگے پھرتے تھے شیطاں جا بجا اُس کو
بعد ازاں یا جیسے بھاگے بدر میں کل فر تمام

آیتِ رحمتِ تھا دنیا کے لیے اُسکا جنم
آگیا بس خاتمِ پران کا دورانِ نسیم
جیسے گھوڑوں سے گرے پھر اُنکے گیو و گستم
تشنہ لب اُس سے پھرے مایوس ہو کر کیکا
پھرتی تھی حیراں فرات اُس رات چھوڑا پناہ
تاکہ ہو معلوم ہوگا انقلاب آگے اہم
آج کہتے تھے ہوئے پیدارِ رسولِ محترم
دین اب باطل تمہارے ہونگے رخصتِ لاجرم
ہو گئے تقدیرِ حق سے سب اعمیٰ اور اعم
مُنہ کے بل اُوندھو گرے اُس رات اُنکو صنم
ابرہہ کے جیسے بھاگے تھے کبھی یسّٰل حشم
ہاتھ سے پھینکا جب اُسے سنگریزوں کو ہم

پڑھتے تھے تسبیح کنکر مثل یونس ہاتھ میں
 جب پکارا اپنے اشجار یا اجار کو
 لطف حق کا ابر تھا سایہ سنگن اسپر دام
 انشراح صدر اور شوق قمر میں واقعات
 غار میں یارن یک دل جس گھڑی داخل ہوئے
 در پہ کڑی نے وہیں جالاتنا الہام سے
 تھی زہ کی ان کو پروا اور نہ حاجت قلہ کی
 آگیا جو شخص دامن حمایت کے تلے
 گر کرے منکر کوئی انکار وحی خواب کا
 ہو گئے بیمار چھوڑنے سے بھلے چنکے بھی
 ہو گیا سب زجب اسکی دعا سے سال فحط
 تھی دعا کی دیر ابر آیا اُمنہ ڈکروہ معاً
 تھی رسول اللہ کے اہم مبارک کی وہ دھاک
 ہو کے اُمّی تھا وہ مخزن ہر طرح کے علم کا
 کچھ نہیں حاجت بیاں کی حصر جب ممکن نہیں
 موتیوں کی قدر و قیمت ہمارے بڑھتی نہیں
 اسیلئے مداح ہیں توصیف میں عاجز تمام

پہنکتے ہی اُنکے اُٹھے بھاگ اعدائے دُشمن
 حکم رب سے لگ گئیں اُنکے زبانیں اور قدم
 شدت گریا سے جب ہو تھے پتھر بھی عصم
 شک نہیں ان میں ذرا قلب مبارک کی قسم
 ہو گئیں کفار کی آنکھیں حکم حق پر ہم
 اور کبوتر لیکے بیٹھا بیضہ کو زیر شکم
 حفظ حق کے تھے فرشتے اُن پہ نازل مبہم
 کیا مجال دہر جو اُس پر کرے ظلم و ستم
 کہدو اُس کا خواب بھی تھا جاگنے سے کچھ کم
 چھوٹ زنجیر مرض سے بھی گئے صاحبِ قسم
 ہو گیا وہ سال ازدانی میں مشہور و عظم
 دشت فریا بن گیا لی بنید نے راہِ عدم
 شیر بھی جنگل میں کرتا تھا تسلیمِ خم
 سچ اگر پوچھو تو ہے کیا معجزہ کچھ یہ بھی کم
 معجزات اُسکے ہیں ظاہر جیسے گنبد پر علم
 حُسن میں بڑھتے ہیں بیشک ہوں اگر وہ غنیم
 فہم انسان سے ہیں باہر اُسکے اخلاق و شیم

معجزہ زندہ عیسیٰ فرقان حمید

کی خدا نے تجویہ نازل وہ کتاب مستند
 ہے زماں کی اور مکاں کی قید سے بالکل بری

ہے قدیم اُسکا حدوث اور اُسکا حادث ہی قدیم
 گو کہ ذکرِ شرع ہے اُس میں اور احوال ارم

بر ملا قائم رہے گا معجزہ تاحشر یہ
 شبہ شک احکام میں اُسکے نہیں ہرگز ذرا
 کیوں مقابل بنکے دعویٰ تھا فصاحت کا کیا
 ہی بلاغت اسکی حافظہ دشمنان دین سے
 میں ہر اک شوشہ میں وہ گوہر معانی کے نہا
 ہی دل آویزاں سکا پڑتا اور مرغوب ہر قدر
 آنکھ اور دل کو وہ لطف آتا ہی اسکے درویش
 مومنوں کو یہ عذاب قبر سے دیگیا نجات
 میں مثال خوض کوثر آیتیں تاثیر میں
 ہی یہ ایماں کی کسوٹی مثل میزانِ صراط
 خوبیوں کا اسکی منکر حاسب بے دین ہے
 روشنی سورج کی اندھے کو نظر آتی نہیں
 آیت کبرے ہی وہ پر آنکھ والوں کے لیے
 ہو مبارک! معشر اسلام تکو قصہ

معجزے اور نبیہا کے ہو گئے وقف عدم
 اس سے بہتر اور ہو گا کون قیاضی اور حکم
 میں نخل سبحان اور ابن مقفع یک قلم
 جیسے ہوں محفوظ غیرت مند کے اہل حرم
 دیکھتا ہے ہی بڑھکے جن کی قیمت کی رقم
 اُسکے آگے ہی بہت کمزورہ صوت زیرِ ہم
 شوق بڑھتا ہے ہر اک قاری کا پڑھ کر دم
 شعلہ نار جسم اُس سے ہو جائے کاغذ
 کوئلے سے چہرے بجاتے ہیں بلور و شیم
 رو برو اسکے نہیں ہتے کھڑے ظلم و ستم
 ہی تجاہل سے یہ سب گر عقل ہی اسکی تم
 جانتے ہیں تلخ شیریں آب کو اہل ستم
 نعمت عظمیٰ ہی وہ۔ جانیں اگر نعمت ستم
 جسکے ہیں توحید شرع دو بڑے مضبوط قلم

معراج

دشت میں اور کوہ میں عشاق کے نقش قدم
 خالص اسوقت جب نزدیک آجائیں حرم
 رات کو مکہ سے چل کر دیکھا قصے کا حرم
 تو جہاں پہنچا نہ پہنچا تھا وہاں آدم کا دم
 تو تھا مخدوم اور باقی نبیہا تیرے خدم

میں عیاں خیر البریہ تیری راہ شوق میں
 ولولہ حجاج کا تیرے ہے قابل فرید کے
 بدرِ کامل کی طرح تو نے شبِ معراج کو
 کی وہاں سے پھر ترقی مرتبے میں سجد
 بیت مقدس میں نماز باجماعت کی ادا

پھرتی جاتی تھیں افواج ملائکہ آسماں
ہر مکان لا مکان سے جب تُو اوپر چڑھ گیا
تاکہ ہو تجھ کو میسر وصل مخفی بے حجاب
وہ مراتب قابلِ فخر اُس جگہ تجھ کو ملے
وہاں پکارا تجھ کو کہے ربّے یا خیر الرُّسل

اور تھا اُس فوج کا دستِ مبارک میں علم
یا محمد کہہ کے بولا تجھ سے ربّ ذو النعم
تاکہ ہو تجھ پر عیاں خلوت میں سرِ مکرّم
جس کے حامل ہو نہیں سکتے ہیں قرطاسِ قلم
تھا یہی باعث کہ فرمایا ہمیں خیر الامم

بعثت

تیری بعثت کی خبر سے ڈر گئے اعدائے دین
جبکہ تعذیب اور شرارت اُنکی حد سے بڑھ گئی
جنگ کا اعلان کیا تو نے بھی حفظِ نفس میں
شاہدِ صادق اُحد ہے نیز ہیں بدرِ حُسنین
سدا رہ اُن کی ہوئی تیری دعائے پیگر
وہ صحابہ جن کی تلواریں سفید اور ابدار
شہسوار ایسے کہ تنگ اوزین کی پڑا نہ تھی
نقشبند ایسے کہ ریناں سے جسم اعدا پر تمام
ہو گئے آخر کو وہ کافر ہی سب انصار دین
تیرے نطق و خلق نے کی اُنکی وہ کایا لپٹ
باپنے بیٹے کو جب بیکھا شہیدوں میں پڑا
ماں نے سُن پائی اگر بیٹے کے مر نیکی خبر
بیوی شوہر کی شہادت پر کیا کرتی تھی ناز
زخمی یہ کہتا تھا جب پانی پلاتے تھے اُسے

چونکے ہیں جیسے کھڑکے سے مویشی اور غنم
گالیوں پر وہ اُتر جب آئے سب بلکے ہم
زور اور تدبیر سے سب کے نکالے پیچ و خم
پشت دیکر کس طرح بھاگا تھا ہر عیبِ صنم
سر کیے تیرے صحابہ نے بھلوڑوں کے قلم
خون سے کفار کے تھیں سُرخ مانندِ بقم
پشت پر گھوڑے کی مثلِ سیخ وہ جاتے تھے جم
نقش میدان و غامیں کیا کرتے رزم
جبکہ گاڑا تو نے جا کر سقفِ مکہ پر علم
بن گئے خاکِ قدم کرتے تھے پہلے جو تم
کہہ کے اِنّا لَبَّدُ اُسے آنکھ تک بھی کی نہ تم
سب سے پہلے پوچھا یہ ہیں خیر سے شاہِ ہم
بھائی کو بھائی کے مر نیکا ذرا بھی تھا نہ غم
پاسِ اسے کو تو دو مجھ میں بھی باقی ہر دم

عرض حال مسترحم

نام لیوا تیرے اب گوہیں سلمان نام کے
 اُن میں سے سب سے بڑے اور احقر اور او
 یا وہ گوئی میں ہمیشہ عمر ضائع جس نے کی
 خدمتِ اربابے نیا میں رہا شاعِ سلیم
 کارہائے دنیوی کرتا رہا اور جہل سے
 پھنس رہا ہر طرف سے نفس کے پندے میں
 نفس سرکش اُسکا پر اب بھی نہیں آتا ہی باز
 آسرا بالکل نہیں آتا نظر اُسکو کہیں
 چھوڑ کر ارٹ توکل اور قناعت کا عروج
 ماں مگر باقی شفاعت کی تیری امید ہے
 ہی ترا ہم نام۔ گو اس نام کا شایاں نہیں
 تیرے ہمنام اُس کا جسے اُمت کیلئے
 گو ضرورت کچھ نہیں پر عرض کر دیتا ہے
 وہ ترا صدیق جس کا سینہ تیرے ہجر میں
 ثانیِ اثنین جسے ہو کے فانی فی الحسب
 نسبت اُسکی اسلئے تجھ سے نہیں کچھ ایسی
 آپ وہ ہیں جو کہ کرتے درگزر بوجہل سے
 آپ کے خُلق و محبت سے نہیں ہرگز بعید
 یعنی کچھ جاہل طنائیں شت و دریا کی تمام
 ہو کے حاضر دست بستہ جالیوں کے سامنے

پر نہیں تیری محبت میں کچھ اُنکے بھی کم
 اس قصیدہ کا ترجمہ۔ عارفانہ و خدم
 کی کبھی دشمن کی غیبت اور کبھی بھائی کی فہم
 عاقبت کی فکر کی ہرگز نہ اُس نے ایک دم
 آخرت کے کام کو سمجھا کیا بیخِ سلم
 کوہ سے اونچے ہیں گروائے گناہوں کے ٹم
 قبر کے نزدیک جا پہنچے ہیں گو اُسکے قدم
 یاس کے سنتا ہے وہ ہر دم صدیقِ نغم
 حرص سے دائم رہا جو یاس سے دینا زور دم
 تُو نے فرمایا کر نیگے بیچ گنہگاروں کی تم
 نام ہو جسکا محمد حشر کا کیا اُسکو غم
 کربلا میں خط شفاعت کا کیا خوں سے رقم
 نسبت اُسکی ہی ترے صدیق بھی منتظم
 معدنِ آہ و بکا تھا جنسِ زنِ رد و لم
 محو کر ڈالا تھا اپنے جانِ تن کو یک قلم
 گو ترے نزدیک سب یکساں ہیں اور لاخوم
 بی نصیب اگر اگر کرتا تسلیم خم
 ہو جو عارف پر غایت کبھی چشمِ کرم
 پاس ہو جائیں کریمِ مدینہ اور قہم
 عرض حال اپنی زباں سے خود کرے بے بیش و کم

قصیدہ بانٹ سعاد

اس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ میں۔ زہیر ان سات شاعروں میں تھا جن کے قصیدے کو تمام فصحاء عرب کی ساد پر کعبہ میں لٹکائے جانے کا فخر حاصل ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زہیر کو تمام شاعران عرب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ زہیر کے دو بیٹے تھے۔ کعب اور بحیر۔ بحیر اور کعب دونوں شیح مکہ کے دن مکہ سے بھاگ گئے تھے۔ بحیر نے تھوڑے عرصہ بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے اسلام قبول کر لیا۔ کعب جب یہ خبر ہوئی تو اس نے پانچ شعروں میں ایک ملا تہنیر پیغام اپنے بھائی کے پاس بھیجا۔ ان میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

سَقَاكَ ابُو بَكْرٍ بِكَاسِ رَوِيَّةٍ فَانْهَكَ الْمَامُودَ مِنْهَا وَعَلَّكَ

یعنی ابو بکر نے تجھے بھرا ہوا پیالہ پلا دیا۔ مامور نے دوسرا پیالہ دیا اور خوب تیرا پیٹ بھر دیا۔ مامور کے محاورے میں اس شخص کو کہتے تھے جیسے جن آتا ہوا اور اسلئے یہ لفظ جنابِ سالت آب و اصحاب کو نالوا معلوم ہوا۔ بحیر نے اپنے بھائی کو پیغام بھیجا کہ اب تیری جان کی خیر نہیں۔ کعب یہ پیغام سن کر گھبرا گیا اور جب کسی قبیلہ نے اسکو امان دینا منظور نہ کیا تو ایک دن اعرابی کے لباس میں ناقہ پر سوار ہو کر مدینہ میں پہنچا اور طلحہ اصحاب میں داخل ہو کر جنابِ سالت آب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دریافت کیا کہ اگر کعب مسلمان ہو جائے تو آپ اس کا قصور معاف فرما دیں گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ میں کعب ہوں۔ اور عند کرنے لگا کہ میں نے مامون کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کسی دشمن نے مامور آپ کے سامنے بیان کیا۔ حضرت نہایت خوش ہوئے اور کعب نے یہ قصیدہ اس وقت پڑھ کر سنایا جب اس شعر پہنچا

ان الرسول لنؤتي تضاء به مهند من سيف الله مسلول

تو آپ نے اپنی چادر مٹنی ہمارے سپرد ال دی۔ اس چادر کے عوض امیر معاویہ اسکو دس ہزار درہم دیتے تھے۔ کعب نے چادر دینا منظور نہ کیا۔ اس کے وارثوں نے اسکی وفات کے بعد تیس ہزار درہم کے عوض وہ چادر امیر معاویہ کو دیدی۔ اور یہ چادر خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس کے پاس موجود رہی۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اب بھی وہ چادر سلاطین روم کے پاس توشہ خانہ میں موجود ہے۔

العبد المذنب محمد بن عارف

قصیدہ بابت سعاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشبیہ

جدا سعاد ہوئی دل ہے اپنا آج ملول
 بوقت کوچ وہ جاتی تھی گنگنائی ہوئی
 کمر تھی کاہ مگر کوہ سے سُریں بھاری
 بوقت خندہ یہ دندان لب کی کیفیت
 سعاد میں صفتیں کاش ہوتیں یہ موجود
 ستم شمار غضب کی ہے جل سزا سی
 خلاف وعدہ و متلون المزاج احد
 وہ کر کے وعدہ مٹاتی ہے لوح خاطر سے
 کبھی نہ وعدوں پہ اُسکے بھروسہ کراؤں
 خلاف کذب میں معروف ہے اگر عرقوب
 نہان محب میں اُسید یہ نہیں ہرگز
 جہاں سعاد ہی اس دم پہنچا وہاں ہے محال

اسیر زلف ہوں رنج سرِ رنج میں مقفول
 حیا سے بند تھی بیمارِ گس کچھول
 قد اسکا معتدل ایسا نہ قصرِ اس میں طول
 کہ گویا برف کے ٹکڑے شراب میں مشغول
 کہ کرتی وعدہ وفا اور نصیحتوں کو قبول
 کہ بائیں ہاتھ کے کرتب ہیں اُسکے کذبِ کچھول
 کہ جیسے شکلیں بدلتا ہو لحظہ لحظہ غول
 کہ جیسے پانی کو غراباں سے فرضِ نزول
 کہ وعدہ اسکا ہر اک ہے خیالِ خوابِ فضول
 سعاد کے بھی ہیں اقرارِ باطل و مجہول
 کبھی وہ لطف کرے میرے حال پر سبڈل
 مگر چہ پہنچے تو ہاں ناقدِ نجیب و عجول

پہنچ

صفتِ ناقد

عظیم جُستہ ہے اور ایسی عالی مرتبت ہے
 بوقتِ سیرِ عرق ہے پتھما کانوں سے
 مثالِ گاؤ کہ گلہ کو دور سے دیکھے
 کلافی اور جسامت میں نرم سے ہے بڑھکر
 ہے سنگِ پشت کی مانند کھال اُسکی سخت

کہ پو یہ جاتی ہے جب ماندگی اُسے ہو حصول
 نقوشِ یک مٹاتا ہے جو شکلِ سیول
 زمیں ہو سخت کہ نرم اسکا دوڑ رہی معمول
 نمایاں یک میں ایسی کہ بحر میں ستیل
 بغل کی چھڑیاں ہتی ہیں لنگر و منزل

گم تمام ہے اُسکا طویل و سخت و بلند
ہیں ہاتھ پاؤں سڈول اور موٹی ہر گردن
ذقن سے لیکے تمام اُسکی گردن اور تھمتنی
وَم اُسکی ہلنے میں گویا کہ شلخ خرامے
کشادہ ہوتے ہیں پہلو جو چال میں عار و
مرا زبانی ہوا و نرم ایسے رخسارے
قوی و سخت سُم ایسے کہ جب ہ چلتی ہے
سبک روی میں مگر ہے نسیم بہتر
بروز گرم اگر پشت پر پڑے چڑھنا
کہ اُسکی ٹانگیں نظر آتی ہیں عینہ یوں

برادر و پدر و عسّم و خال سب ہیں عجول
بقول ماسر فنی فصل نبات فحول
بشل سنگ ہیں سخت آگینہ سے مقبول
ملا ہے واسطے پستان کے موچل مقبول
تو دور سے نظر آتے ہیں بازوؤں کے چول
بھرے ہوں جیسے کہ تکیوں میں ماسر کے چول
سُم اُسکے کنکراڑا تے ہیں مثل لعل خول
مجال کیا کہ زمیں سے اُسے ذرا بھی مھول
تو ایسی جلد وہ چڑھنے میں تخی و مشغول
اٹھائے ہاتھوں کو نوخیز میں حسیط مشغول

عرض حال و لغت

چنل ہیں جتنے وہ سب گردن ناقد کے اگر
رفیق جنسے تھی محب کو امید یاری کی
جواب اُنکو میں دیتا ہوں دفع ہو تم سب
شکم سے ماں کے جو نکلا ہے بس کھنچی کھی
سنا ہے میں نے مرے واسطے ہر قتل کا گم
رسول پاک کی خدمت میں عرض لایا ہوں
کہ رو معاف مجھے واسطہ ہے قرآن کا
قبول کر تو مرا عذر گرچہ ہوں مجرم
مجھے پکڑ نہ برائے خدا شکایت پر
سُنی ہیں میں نے وہ باتیں کہ سنتا فیل اگر

مجھے ڈراتے ہیں کعبا بے بس و مقتول
مجھے پکارتے ہیں کھکے ایٹھا المنخول
کہ حکم فاعل مطلق ضرور ہو مفعول
ضرور پشت جنازہ پہ ہوگا وہ محمول
خدا سے بھی نہیں امید گر خفا ہو رسول
کہ عجز و توبہ رسول خدا کو ہیں مقبول
کہ جسمیں عفو کے ہیں باب میں بہت فصول
کہ کرتے آتے ہیں اہل کرم ہی عذ قبول
ہوئے ہیں میری طرف سے سخن غلط مقبول
تو ایک دم میں سب اے سان جا تا اپنے بھول

عجول
عجول
عجول

عجول

عجول

عجول

عجول

عجول

رہا نہیں مجھے پر خوف اب کسی کا بھی
 بلا نزاع رکھائیں نے ہاتھ پیر یوں ہاتھ
 نہیں قصور سیر دشمنوں کی ہر فطرت
 مرا ہے روئے سخن جس سے وہ بشر ہے
 وہ ایک شیر نریاں ہے جو رہتا ہے بن میں
 شکار کر کے کھلاتا ہے اپنے بچوں کو
 جہاں میں جتنے ہیں ظالم وہ چھپتے پھرتے ہیں
 بوقت حملہ نہیں پشت پھیب تراہر گز
 شجاع گر کوئی جاتا ہے اُس کے شیر میں
 خُدا کا نونہی وہ مطلعِ ہدایت ہے
 مطیع حکم دل و جان اُس کے یوں ہیں فیش
 رہا نہ باقی وہاں ایک بھی جواں مشہور

خدا کے حکم سے جب بچکا امان سول
 کہ انتقام سے بڑھ کر ہے عفو ترا سول
 بنا دیا ہے عبت مجکو ملزم و سول
 کہ عدل و حق سے نہیں کرتا ہی کبھی عدل
 وہ بن کہ جسکے میں گرداؤ بن بطور ذیل
 شکم کو کرتا ہے پُرانے لحم قوم سول
 کہ اُسکے نام سے ڈرتے ہیں ظالمان جہول
 نہ جب تک اُس کا عدو ہو فرار یا مقتول
 بجائے اسلحہ ہوتا ہے ہاتھ میں شکل
 خُدا کی تیغ ہی تیغ مہندِ مسلول
 دیا جو حکم کہ کہہ چھوڑ آئیں فحول
 رہے تو کچھ ضعیف یا کہ رہ گئے مجہول

منقبت مہاجرین

باس جنگ ہے اُن کا لباس سربانی
 لگائیں تیر جو دشمن کے خوش ہوں گز
 و غامیں جاتے ہیں سب جھوٹے جیسے بیر
 سپر نالتے ہیں سینہ کو یوں شاں کیے

بجائے جامہ داؤد پیر ہن سول
 لگے جو تیر کبھی آکے اُنکے ہوش ملول
 فرار ہوتے ہیں سب کچھ اُنھیں نام و ردول
 کہ جانتے ہیں بشر کو نہیں قضا سے عدول

عرض مستحرم

فقط میں نام کا عارف ہوں جیب
 قبول کریں سیر اتحفہ محقق تو
 بعجز و عذر میں آیا ہوں کعب کی مانند

مگر ہوں کعبے بڑھکے کہیں ظلو م جہول
 شفیع روز قیامت ہواے خدا رسول
 کہ عجز و عذر میں رہا میں ترے مقبول